مفسِّر کی شرائط اور ان کی روشنی میں تفسیر قرطبی اور تفسیر طبری کا تقابلی جائزہ

Conditions of a narrator and in there light the comparison between tafseer e tabari and tafseer e qurtabi

ڈاکٹر شفقت اللہ خان*

مفتی حضرت اللہ خان**

Abstract:

Al –Quran is the book of Allah Almighty who has himself promised to safeguard it my word as well by meaning against any violations in its purity. However direct consolation and interpretation of this holy book is only possible for those blessed with the deep understanding of Arabic, the language of this divine message. Even mere knowledge of Arabic is not sufficient to rightly understand the will of Allah almighty. Number of Uloom(subjects)are required for its translation and commentary. The translator and commentator has to be in strong command on all these subjects mandatory for translation of holy Quran .its commentary was done first of all by Holy Prophet (SAW) himself and then by the Sehaba (companions of Holy Prophet(SAW). according to the assurance of almighty Allah, scholars identified these iniquitous people as well whose comprehensions were obstructing the attainment of guidance from Quran-e-Kareem for the past 1400 years, through teaching and writing, the continuation of quranic commentary is intact. In fact in this age of sedition, innovative ways of producing special commentaries are being explored, which is though a good sign, but one cannot trust all commentaries in present time except those that are according to the standards set by the people of prior times. This paper is also an attempt in the same connection, in a sense it is an important chapter in the effort of protecting the Quran by meaning and interpretations. Also it describe in detail different areas of daily life. Similarly tafseer qurtabi and tafseer Tabri also what did both tafseer say about jewism.

Keyword: sources of tafseer, conditions of mufassir,differenc and similarity between Qurtbi and Tabri.

* اے ٹی جی ایم ایس، گھیمبر بنوں۔

** اے ٹی جی گورنمنٹ مڈل اسکول، خواجہ احمد منڈان بنوں۔

تعارف

قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی تشکیل کے لیے اتارا ہے یہی وجہ ہے کہ چودہ سو سال قبل ایک ایسی نے نیا کا نقشہ تہی وبالا کر دیا جو کہ اپنی معاصر اقوام میں انتہائی پست سمجھی جاتی تھی، بعینہ اسی طرح قرآن کریم آج بھی پوری آب وتاب کے ساتھ دنیا کا نقشہ بدلنے پر اور دنیا کو فساد کی جڑوں سے صاف کرنے پر قادر ہے، صرف اتنی بات ہے کہ قرآن کریم سے راہنمائی درست طریقے سے حاصل کی جائے، قرآن کو سمجھانے کے لیے اللہ تعالی چنیدہ اشخاص کو بھی اتارتے رہے ہیں جو قرآن کو اسکی حقیقی روح کے ساتھ اوراسکے معانی اور مطالب کو ٹھیک شاگردان علوم شریعت تک پہنچاتے رہے ہیں۔ بعد میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے قرآن کے معانی کے اندر معنوی تحریف کی کوشش کی۔ اللہ تعالی کے حفاظت قرآن کے کیے ہوئے وعدے کے مطابق اہل علم نے ان گمراہ کن مفسرین کی بھی نشاندہی کر دی جن کی تفاسیر قرآن کریم سے ہدایت کے حصول میں رکاوٹ بن رہی تھیں۔

دور جدید میں نئے طریقوں سے تفسیر کا اہتمام کیا جارہا ہے جو کہ خوش آئند بات تو ہے لیکن ہم ہر تفسیر پر اعتماد نہیں کر سکتے بلکہ اس کے مفسر کو ان شرائط پر جانچیں گے جسے ہمارے اکابر اور علمائے سلف نے بیان کیے ہیں۔ اگر مفسر کی شرائط اس کے اندر موجود ہوں تب تو اس کی تفسیر کو قبول کریں گے ورنہ نہیں۔ یہ مقالہ اسی حوالے سے ہے کہ قدماء کی تفاسیر اور علوم القرآن کے حوالے سے مفسر کی شرائط، اور اس کے بارے میں علماء ک آراء، ان پر تبصرہ اور اسی کی روشنی میں چند مشاہیر مفسرین اور ان کی تفاسیر کے نام پیش کیے گئے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ اس مقالے میں مفسّر کی شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے تفسیر قرطبی اور تفسیر طبری کا موازنہ اور تقابل بھی کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ مقالہ تفاسیر سے متعلق تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے ایک مشعلِ راہ ثابت ہو گا۔

تفسیر کا تعارف

لفظِ تفسیر دراصل "فسر" سے نکلا ہے جس کا معنی ہے کھولنا اوراس علم میں چونکہ قرآن کریم کے مفہوم کو کھول کر بیان کیا جاتا ہے اس لیے اسے "علم تفسیر" کہتے ہیں۔[1]

تفسیر کے مآخذ

تفسیر کے چار مآخذ ہیں:(۱) تفسیر بالقرآن (۲) تفسیر بالحدیث (۳) تفسیر بآثارالصحابہ (۴) تفسیر باقوال التابعین[2] ان چاروں مآخذ سے ضرورت پوری نہ ہو تب بھی ہر ایک کو قرآن کی تفسیر کرنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا "من قال فی القرآن برایہ فلیتبوامقعدہ من النار"[3]

جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا تو اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: جس نے قرآن میں بغیر علم کے کچھ کہا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔(ترمذی)
معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی تفسیر کے لیے علوم کی ضرورت ہے اور وہ کون سے علوم ہیں جن کا ایک مفسر کو جاننا ضروری ہے، ان تمام علوم پر مفصلا بحث اور ان علوم قرآنی پر لکھی جانے والی پہلی تصانیف کا تعارف کرنے سے قبل شروط مفسر کی ضرورت واہمیت پر مختصر اً کلام کرتے ہیں۔
اللہ تعالی نے قرآن پاکی کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی ہے چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:
"انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون"[4]"ہم ہی نے قرآن اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔"
اور قرآن کی کامل حفاظت اسی وقت ممکن تھی، جبکہ الفاظ کے ساتھ اس کے معانی ومفاہیم کو صحیح طور پر بیان کیا جاتا، چنانچہ اس خدمت کے لیے اللہ رب العزت نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہ رضی اللہ عنھم میں سے حضرت ابی بن کعب، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنھم اجمعین جیسے حضرات کو منتخب کیا اور دنیائے انسانیت نے دیکھا کہ ان حضرات کے سامنے تلمذی میں اگر غلام بھی آیا تو قابل فخر استاد بن کر لوٹا، جیسے حضرت عکرمہ، حضرت سعید بن جبیر، حضرت عطاء بن ابی رباح وغیرہ.
ایک طرف قرآن کو سینوں میں محفوظ کروا کر اس کے الفاظ کی حفاظت کی گئی اور دوسری طرف ایسے لکھنے پڑھنے والے حضرات اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے کہ جنہوں قرآن کو لکھا اور ساتھ ساتھ اس کی تفسیر بھی کی اور یہ خوش نصیبی اور کارنامہ رئیس المفسرین حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا۔
مشہور مؤرخ محمد بن سعد لکھتے ہیں:
"عن الواقدی عن اشیاخه قال:اول من کتب لرسول الله ﷺ مقدمه المدینة ابی بن کعب وهو اول من کتب فی اخرالکتاب وکتب فلان۔"[5]
ترجمہ: واقدی اپنے شیوخ سے نقل کرتے ہیں کہ سب سے پہلے مدینہ منورہ میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لکھا اور یہی وہ پہلے شخص ہیں جس نے خط کے آخر میں "کتب فلان" لکھنا شروع کیا۔
اس بات پر کافی شواھد موجود ہیں کہ مصحف ابی اسلامی کتب خانے کی وہ پہلی تفسیر ہے جو ۱۹ ھجری سے قبل معرض تحریر میں آچکی تھی، نیز علوم قرآن میں سب سے اہم علم فضائل قرآن پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی کتاب "فضائل القرآن" اولین تصنیف ہے۔[6]
تصانیف کا یہ سلسلہ چلتا رہا اور قرآن کے مختلف علوم پر کتابیں لکھی گئیں اور یوں الفاظ کی حفاظت کے ساتھ قرآن کے معانی کی حفاظت کا سامان کسی قدر پیدا ہو گیا اور علوم القران میں سے اکثر ایسے علوم پر کتابیں

لکھی گئیں جو مفسرِ کے لیے ضروری تھے، لیکن چھٹی صدی کے اختتام تک ایسی کوئی ایسی کتاب موجود نہ تھی جس میں ان تمام یا اکثر علوم القران پر بحث کی گئی ہو، یہاں تک کہ عبد الرحمن ابن الجوزی رحمہ اللہ متوفی ۵۹۷ھ کی فنون الافنان فی علوم القران تصنیف کر کے اس تشنگی کو دور کیا، اسی لیے علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے "الاتقان فی علوم القران" کی ابتداء میں اپنی تصنیف سے پہلے پائی جانے والی قابل قدر تصانیف شمار کراتے ہوئے سب سے پہلے ابن الجوزی کی "فنون الافنان فی علوم القران" ذکر کی ہے جبکہ ابنالجوزیؒ سے پہلے ابو المعالی عزیز بن عبد الملک ابن منصور الجیلی ۴۹۴ھ نے "البرهان فی مشکلات القرآن" کتاب تصنیف کر دی تھی۔[7]

اس تقدم ذکری کی ایک ہی وجہ ہے، وہ یہ کہ چھٹی صدی ہجری تک اس قدر جامع کتاب علوم القرآن پر تصنیف نہیں ہوئی تھی، کیونکہ علوم قرآنی کی مختلف نوعوں پر علیحدہ علیحدہ تصانیف تو ہوئیں، مگر ان سب کو یکجا نہیں کیا گیا، بہر حال ابن الجوزی رحمہ اللہ نے "فنون الافنان" میں تیرہ انواع کو بسط کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔

فضائل القرآن(۲) نزول القرآن علی سبعۃ احرف(۳) کتابۃ المصحف وهجائہ(۴) عدد سورالقرآن وآیاتہ وکلماتہ وحروفہ ونقطہ(۵)ذکراجزء القرآن(۶) ذکرالقرائن من السور فی العدد علی مذهب اهل الکوفۃ(۷)بیان السورالمکیۃ من المدنیۃ(۸) ذکر اللغات فی القرآن(۹)ادب الوقف والابتداء(۱۰) تفسیر النسخ والمحکم والمتشابہ فی اللفظ من القرآن(۱۱)فن مشکل مافی القرآن منہ حرف واحد(۱۲) ابدال کلمۃ بکلمۃ او حرف بحرف من المتشابہ (۱۳)ذکر الاوصاف التی شارکت اثنتافیها الانبیاء۔[8]

معلوم ہوا کہ یہ علوم القرآن کی پہلی جامع کتاب تھی لیکن انہوں نے بھی مفسّر کی شرائط سے اعتناء نہیں کیا، سلیمان بن عبد القوی الطّوفی متوفی ۷۱۰ھ وہ شخص ہیں جنہوں نے علوم القرآن پر کتاب لکھنے کے ساتھ اس میں مفسر کی شرائط کے لیے عنوان قائم کر کے شرائط بیان کی ہیں، البتہ مفسرین میں سے علامہ طبریؒ نے اپنی تفسیر کی ابتداء میں مفسِر کے لیے چند آداب بیان کیے ہیں اور علامہ زمخشریؒ نے تفسیر "کشاف" میں باقاعدہ مفسِر کی شرائط ذکر کی ہیں۔

مختلف تفاسیر کی روشنی میں علوم القرآن سے متعلقہ کتب وتصنیفات سے استفادہ کرتے ہوئے مفسِر کی شرائط ذیل میں تحریر کی جارہی ہیں:

(۱) امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعیؒ متوفی ۵۱۶ھ کی نظر میں مفسِر کی شرائط:

لاحصول لهذه المقاصد الا بدراية تفسيره واعلامه ومعرفة اسباب نزوله واحكامه ولوقوف على ناسخه ومنسوخه ومعرفة خاصه وعامه؛[9]

"یہ قرآن کریم کے مقاصد اسی وقت حاصل ہوں گے جبکہ قرآن کی تفسیر اور اس کے علوم کو جاننے والا ہو اور اس کے نزول کے اسباب اور احکام کی معرفت رکھتا ہو اور اس کی ناسخ منسوخ آیتوں سے واقفیت ہو اور اس کے عام وخاص کو پہچانتا ہو"۔

امام فراء البغوی رحمہ اللہ کی نظر میں گویا چھ علوم تفسیر کے لیے ضروری ہیں؛

(۱) تفسیر (۲) علوم التفسیر (۳) اسباب النزول (۴) احکام (۵) ناسخ ومنسوخ (۶) عام وخاص آیتوں کا علم

(۲) امام جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری الحنفی رحمہ اللہ ۵۳۸ھ کے نزدیک مفسِر کی شرائط:

ان کے نزدیک ہر عالم بھی تفسیر نہیں کرسکتا، چنانچہ ذیل کی عبارت سے اس کی تائید ہوتی ہے اور تفسیر کے لیے اس میں چند کڑی شرطیں بھی مذکور ہیں:

علم التفسير الذى لايتم لتعاطيه واجالة النظر فيه كل ذلك ذى علم،كماذكر الجاحظ فى كتاب نظم القرآن ،فالفقيه وان برز على الاقران فى علم الفتاوى والاحكام والمتكلم۔۔۔قد علم كيف يرتب الكلام ويؤلف وكيف ينظم ويوصف طالمادفع الى مضايقة ووقع فى مداحضة مزالفة۔[10]

ترجمہ: علم تفسیر ایسا علم ہے کہ اسے ایک دوسرے سے حاصل کرنا اور ہر صاحب علم کا اس میں خوب غور وفکر کرنا مکمل نہیں ہوسکتا، جیسا کہ علامہ جاحظ متوفی ۲۵۵ھ نے اپنی کتاب "نظم القرآن" میں ذکر کیا ہے کہ فقیہ اگرچہ علم الکلام اور فتاویٰ میں اپنے ہم عصروں پر سبقت حاصل کرلے، متکلم اگرچہ ساری دنیا کے انسانوں پر علم کلام میں آجائے، قصص واخبار کا حفاظ ابن القریہ سے بھی زیادہ واقعات وقصص یاد کرلے، واعظ حضرت حسن بصریؒ سے بھی بڑا واعظ ہو، امام سیبویہ سے بڑا نحوی بن جائے، لغوی خوب لغات ازبر کرلے، پھر بھی ان میں سے کوئی علوم تفسیر کو چیلنج نہیں کرسکتا اور نہ ہی ان علوم کی گہرائی اور حقائق تک پہنچ سکتا ہے، مگر وہ آدمی جو کہ خوب ماہر ہو ان دو علوم میں جو قرآن کے ساتھ خاص ہیں: ۱۔ علم المعانی ۲۔ علم البیان۔ اسی پر اکتفاء نہ بلکہ اس کے بعد تمام علوم سے وافر حصہ حاصل کیا ہو اور جامع ہو دو امور کا (۱) تحقیق (۲) حفظ کرنا۔ اس کے ساتھ کثیر المطالعہ اور طویل المراجعہ بھی ہو، ایک زمانہ کی طرف رجوع کیا ہو اور زمانہ نے اس کی طرف یعنی خوب علم حاصل کیا ہو اور پہنچایا ہو اور اس نے رد کیا ہو اور اس پر رد کیا گیا ہو یعنی بہت زیادہ مناظرے کیے ہوں اور بڑا مناظر ہو، علم الاعراب کے میدان کا شاہسوار ہو، ان سب شرائط سے مقدم شرط یہ ہے کہ قرآن کریم حفظ ہو، ان سب کے باجود نرم طبیعت اور ملکہ ءراسخہ کو پروان چڑھانے والا ہو اور ایسا بیدار مغز ہو کہ ایک ہی نظر میں جان جائے اگرچہ انتہائی باریک بات ہو، رموز پر واقف ہو جاتا ہو، اگرچہ وہ پوشیدہ ہو، نظم ونثر کے اسالیب میں خوب تصرف کرنا جانتا ہو، فکروں کے اثرات اور نتائج کو درست کرنے والا ہو اور کلام کو ترتیب۔

خلاصہ یہ کہ ایک مفسِر کے لیے مندرجہ ذیل چیزوں کا سمجھنا ضروری ہے؛

(۱) فقہ (۲) کلام (۳) قصص واخبار (۴) وعظ (۵) نحو (۶) لغت (۷) علم معانی (۸) علم بیان (۹) تحقیقی مزاج (۱۰) مطالعہ کی کثرت (۱۱) افادہ واستفادہ (۱۲) حفظ (۱۳) ذکاوت وفطانت

(۳) حافظ بدرالدین محمد بن عبد اللہ زرکشی رحمہ اللہ ۷۹۴ھ کی نظر میں مفسِر کی شرائط:

حافظ بدرالدین کو اگر اس فن کا جامع اول کہا جائے تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ انہوں نے علوم القرآن پر ایسی جامع کتاب "البرھان فی علوم القرآن" لکھی جس کو سامنے رکھ کر علامہ سیوطیؒ نے "الاتقان فی علوم القرآن" تصنیف کی ہے۔ بہر حال شیخ بدرالدین زرکشیؒ فرماتے ہیں:

"علم تفسیر میں مذکورہ علوم سے مدد طلب کی جاتی ہے یعنی مفسِر کے اندر ان علوم کا ہونا ضرور ہے۔

(۱) علم اللغۃ (۲) النحو (۳) التصریف (۴) علم البیان (۵) اصول الفقہ (۶) قراءات (۷) اسباب النزول کی معرفت (۸) ناسخ ومنسوخ[11]

(۴) شیخ محمد علی الصابونی کی نظر میں مفسِر کی شرائط:

شیخ صابونی نے علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی بیان کردہ پندرہ شرائط کا اختصار کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

وقدذکرالعلماء انواع العلوم التی یجب توفرھافی المفسِر واوصلھاالسیوطی فی کتابہ الاتقان الی خمسۃ عشر علماً۔۔۔[12]

ترجمہ: "علماء کرام نے ان علوم کی مختلف انواع بیان کی ہیں جو ایک مفسِر کے لیے ضروری ہے اور علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب "الاتقان" میں انہیں پندرہ شمار کرایا ہے، ہم انہیں اختصار کے ساتھ ذیل میں بیان کرتے ہیں:

(۱) لغتِ عربیہ اور اس کے قواعد (نحو، صرف اور علم الاشتقاق) (۲) علوم بلاغت (علم معانی، بیان اور بدیع) کی معرفت (۳) اصول فقہ یعنی خاص، عام، مجمل، مفصل کی معرفت (۴) اسبابِ نزول کی معرفت (۵) ناسخ ومنسوخ کی معرفت (۶) علم قراء کی معرفت (۷) علم الموھبۃ"

مذکورہ بالا مفسرین و محققین کی بیان کردہ مختلف شرائط سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ مفسِر کی شرائط میں مختلف ادوار میں علماء کی طرف سے کمی بیشی کا ہونا اس امر کی بین دلیل ہے کہ لفظ تفسیر کی تعریف ومفہوم میں وسعت آتی رہی اسی بناء پر متاخرین کی طرف سے شرائط میں اضافہ ہوتا گیا۔

۲۔ دوسرا نکتہ یہ ثابت ہوا کہ چند شرائط ایسی ہیں جنہیں لازمی وفرض کے درجہ میں رکھا گیا ہے۔ وہ یہ ہیں:

(۱) کلام عربی پر دسترس، اس میں فصاحت وبلاغت لغت اور صرف ونحو سب شامل ہیں۔ امام مالک اور امام مجاھد کے فتوے کو ذکر کرنا بے جا نہ ہو گا۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ "جس شخص کو عربی زبان میں مہارت نہیں اور اس نے تفسیر کی تو اسے قید کیا جائے"۔ بطور سزا تاکہ عوام اس کی تفسیر سے گمراہ نہ ہوں اور امام التفسیر مجاھدؒ فرماتے ہیں کہ: جو لغات عرب کا عالم نہ ہو اس کے لیے تفسیر کرنا قطعاً جائز نہیں۔[13]

(۲) علم القراءت، یہ اس لیے ضروری ہے کہ اس کے ذریعے قرآن پڑھنے کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔

(۳) فقہ میں ایسی مہارت ہو کہ جدید مسائل کا حل جانتا ہو اور اس کے فتوے علماء اور عوام میں مقبول ہوں۔

(۴) عقائد میں اس درجہ مہارت ہو کہ دیگر ادیان اور کتب سماوی میں گہری نظر رکھتا ہو گو کہ تاریخ سے باخبر ہو۔

(۵) ان سب پر مقدم یہ کہ مسلمان، عاقل، بالغ اور ثقاہت وعدالت کے اعتبار سے اعلی معیار پر ہو بالفاظ دیگر مفسِر کو حدیث صحیح کے راوی میں پائی جانے والی شرائط کا متحمل ہونا چاہئے، کیونکہ تفسیر کرنے والے شخص کا نفسانی خواہشات سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

مذکورہ شرائط کی روشنی میں تفسیر قرطبی اور تفسیر طبری کا تقابلی جائزہ

دونوں تفاسیر کا تقابلی جائزہ پیش کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دونوں تفسیروں کے مصنفین کا مختصر تعارف ہو جائے۔

محمد بن احمد قرطبی کا تعارف

اسم گرامی محمد بن احمد بن ابو بکر بن فرخ انصاری، کنیت ابو عبد اللہ خزرجی اندلسی قرطبی ہے۔ نام اور کنیت کے مقابلے میں "قرطبی" کی نسبت زیادہ پہچانے جاتے ہیں۔ آپ بڑے عالم وفاضل، عابد شب بیدار، ذکر وعبادت میں مشغول رہنے والے باہمت مرد جرار تھے۔ نہایت سادگی کے ساتھ پوری زندگی گزاری، معمولی لباس زیب تن کرتے مگر بہت صاف ستھرا اور سر پر اونی یا سوتی کپڑا پہنتے۔ بہت زیادہ تصانیف کیں ، ان سب میں مشہور "الجامع لاحکام القرآن" جو تفسیر قرطبی کے نام سے مشہور ہے، ہے۔

ابن جریر طبری کا تعارف

ابن جریر طبری کا نام محمد بن جریر بن یزید طبری، ان کی کنیت ابو جعفر ہے۔ طبرستان میں ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۱۰ھ میں وفات پائی، آپ کی مشہور تفسیر "جامع البیان فی تاویل القرآن" بہت مشہور ہے۔[14]

موازنہ تفسیرِ قرطبی وطبری

ان دونوں بزرگوں کی تفسیر کا جب ان آیات کی روشنی میں مطالعہ کیا جائے تو یہ کہنا حق بجانب ہو گا کہ علامہ طبری چند لغوی معنی اور تشریحات کرنے کے بعد اس کے اقوال سے استشھاد کرتے ہیں لیکن علامہ قرطبی لغوی معنی کی تشریح، اقوال علماء وفقہاء کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد مسائل واحکامات کو تفصیلی اور محکم انداز میں پیش کرتے ہیں۔ اس لیے علامہ قرطبی کی تفسیر زیادہ مفصل ومدلل ہے۔ چند مثالوں سے اس کی وضاحت کرتے ہیں:

قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے "شهر رمضان الذی انزل فيه القران"[15] ترجمہ: "رمضان کا مہینہ جس میں قرآن نازل کیا گیا"۔

علامہ طبری اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"شہر" اصل میں "شھرۃ" تھا اس کے معنی ہیں جس پر چاند طلوع ہو یا جس پر چاند نکلے وغیرہ اور رمضان کا معنی جلا دینے والا، اس سے مراد ہے کہ یہ گناہوں کو جلا دیتا ہے۔[16]

اور حضرت مجاھدؒ کا قول ہے کہ "رمضان" اللہ تعالی کے اسماء میں سے ایک اسم ہے[17]

لیکن ان کے مقابلے میں علامہ قرطبی نے اس ایت کے تحت لغت، اقوال کے علاوہ بہت سے اہم مسائل واحکام ذکر کیے ہیں اور ان پر مفصل تنقید وجرح کرتے ہوئے راجح قول پر اپنی رائے دیتے ہیں اور ان کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کر دیتے ہیں۔ علامہ قرطبی اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں:

یاایھاالذین اٰمنوا انما الخمر والمیسروالانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔[18] اے ایمان والو بے شک شراب، جو، بت اور پانسے شیطان کے ناپاک عمل میں سے ہے پس ان سے اجتناب کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

"فیہ سبع عشر مسالۃ" اس میں اٹھارہ مسائل کا تذکرہ ہے۔ پھر اس کی وضاحت بہت ہی جامع اور تفصیلی انداز سے کرتے ہیں۔ اس میں "حرمت شراب" پر لکھتے ہیں اس کی حرمت کو اللہ تعالی نے بتدریج نازل فرمایا اس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ تھیں۔ پہلی حکمت کہ عرب معاشرہ صدیوں سے ایک نظام اور منفرد تہذیب وثقافت رکھتا تھا۔ مخصوص قبائلی رسم ورواج، اصول خرید وفروخت وتجارت کے قواعد وضوابط بنا رکھے تھے اس معاشرہ کو آناً فاناً تبدیل کرنا ممکن نہ تھا۔ قرآن مجید نے احکام، اوامر ونواہی کو بتدریج نازل کیا اور آہستہ آہستہ سے ان کو انسانی طبیعت کے تقاضے کے ساتھ ملا کر ان کو ان کی طبائع میں بدل دیا۔ تاکہ یہ حکم کوئی وقتی اور ہنگامی نہ ہو بلکہ

دائمی اور مستقل نوعیت کا تغیر انسانی زندگی میں پیدا کرے اور لوگ ان اوامر ونواہی کو کسی مجبوری کے تحت قبول نہ کریں بلکہ رضا اور غبت سے تسلیم کریں۔[19]

اس کی ایک واضح دلیل حرمت شراب کا حکم بتدریج نازل ہونا ہے۔شراب نوشی عرب معاشرے کی گھٹی میں سمائی ہوئی تھی اور گویا یہ ان کی طبیعت ثانیہ تھی ان کا روباری منفعت کا ذریعہ تھی، سب سے پہلے جو حکم نازل ہوا، اس میں شراب کے نقصانات اور فوائد کو بیان کیا، نقصانات کو ضرر رساں بتا کر شراب کو ترک کرنے کی ترغیب دی۔

ارشاد باری تعالی ہے؛"یسئلونک عن الخمروالمیسر قل فیھمااثم کبیر ومنافع للناس واثمھمااکبر من نفعھما۔"[20]

ترجمہ: لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا مسئلہ پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو اس میں دنیاوی فائدہ بھی ہوتا ہے لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔"

کچھ عرصے بعد نماز کی فرضیت کا حکم نازل ہوا اور نماز باجماعت کی پابندی مسلمانوں کے لیے لازم قرار دی گئی تو اب ایک اور بندش لگائی کہ بارگاہ لم یزل میں حاضری کے وقت نشہ کی حالت سے اجتناب کرتے ہوئے ہوش، حواس کے ساتھ حاضر ہو ایسا نہ ہو نشہ میں دعا کے بجائے بددعا کرلو اور اپنے مقدر کو خود برباد کرلو۔ارشاد باری ہے۔ "یاایھاالذین اٰمنوا لاتقربواالصلوۃ وانتم سکٰریٰ۔"[21]

ترجمہ:"اے ایمان والو جب تم نشہ میں مست ہو تو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ"۔

اس حکم کو سنا کر متنبہ کر دیا گیا خبر دار نشے کی حالت میں میری مساجد کے اندر قدم نہ رکھنا۔ان صحابہ رضی اللہ عنھم تو پانچ وقت باجماعت سرکار دوعالم ﷺ کی امامت میں نماز ادا کرتے تھے۔کس طرح نماز کو چھوڑتے اب انہوں نے ام الخبائث سے دوری اختیار کی حالانکہ حالت تو یہ تھی۔ چھٹتی نہیں یہ ظالم منہ سے لگی ہوئی ہے۔والا معاملہ تھا۔

اب اگر کوئی راتوں کو پی بھی لیتا تو دن میں یہ کام مشکل ہو گیا تھا کہ نمازوں کے اوقات میں اتنا وقت نہیں کہ کوئی اگر پی لے تو دوسری نماز تک وہ نشہ سے فارغ ہو جائے گا یہ ایک ناممکن بات تھی دو نمازوں کے اوقات تو اس قدر ملے ہوئے ہوتے تھے کہ اس دوران اس طرح کا کوئی فعل کرنا بہت ہی بعید از قیاس بات ہو گی کہ پھر وہ نماز کے لیے حاضر بھی ہو جائے گا۔اب تیسرے درجے کا آخری حکم نازل ہوا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے؛

"یاایھاالذین اٰمنوا انما الخمر والمیسروالانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون"۔[22]

ترجمہ: اے ایمان والو بے شک شراب، جو، بت اور پانسے شیطان کے ناپاک عمل میں سے ہے پس ان سے اجتناب کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

علامہ قرطبی اس کی حکمتیں اور فلسفہ کو بہت ہی عمدہ طویل بحث کے تحت ذکر کرتے ہیں اور تمام مسائل کو علماء، فقہاء کے اقوال کے ساتھ لکھتے ہیں اور اس سے مستنبط مسائل کو بھی بیان کرتے ہیں جیسے کہ

"ان اسکر حرام فی کل شرعیة"[23] ترجمہ: "نشہ اور اشیاء ہر شریعت میں حرام تھیں۔"

"لان الشرائع مصالح العباد لامفاسدھم۔"[24] ترجمہ: "شریعت لوگوں کی اصلاح کے لیے احکام بیان کرتی ہے نہ کہ مفاسد کے لیے۔" "اجمع المسلمون علی تحریم بیع الخمر۔"[25]

ترجمہ: "امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ شراب کی خرید و فروخت حرام ہے۔"

اس ضمن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قابل ذکر ہے۔

"سمعنامنادیاینادی الا ان الخمر قدحرمت قال فمادخل علیناداخل ولاخرج مناخارج حتی اھرقنا الشراب وکسرنا القلال۔"[26] ہم نے ندا دینے والے کو سنا وہ ندا دے رہا تھا کہ خبر دار آج سے شراب حرام ہو گئی ہے تو ہم نے کسی داخل ہونے والے کو داخل ہونے اور کسی باہر جانے والے کے باہر جانے سے پہلے ہی شراب انڈیل دی اور مٹکے توڑ ڈالے۔"

اخلاقی تربیت اور تہذیب باطن کے اس قرآنی اسلوب نے رفتہ رفتہ عربوں کی کایاپلٹ کر رکھ دی۔ تدریجاً نزول قرآن کی یہی حکمت تھی کہ ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا کر کے قرآنی آیات نازل ہوتی رہیں جنہیں نبی کریم ﷺ تعلیم و تربیت سازی کے عمل سے اپنے اصحاب کے قلوب میں اس کی نفرت بٹھا رہے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا قالب قرآنی تعلیمات کے سانچے میں ڈھل گیا۔ قرآنی نظام کے نفاذ کے لیے یہ امر ناگزیر تھا کہ بقدر ضرورت تھوڑی مقدار میں آیتیں اترتی رہتیں تاکہ ان پر عمل پیرا ہو کر ایک ایسی ملت معرض وجود میں آسکے جسے پوری کائنات کی امامت کا فریضہ سونپا جانا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی معلّمانہ حیثیت کی حامل ہے۔

آپ ﷺ نے تدریج کے اس قرآنی فلسفہ و حکمت کو بروئے کار لا کر صحابہ کرام کی جماعت جن کی حیثیت شاگردوں کی تھی۔ ایسی تربیت فرمائی کہ وہ تا ابد سب آنے والے ادوار کے قائد بن گئے۔ وہ بلاشبہ رشد و ہدایت کے ایسے درخشندہ ستارے ہیں جن کے نور سے آج بھی دنیا شرق و غرب کسبِ فیض کر رہی ہے۔ ان کی تعلیمات کی اساس پر آج بھی ایک ایسا عالمگیر انسانی معاشرہ تعمیر کیا جاسکتا ہے جو جنگ اور نفرت سے تباہی کے کنارے پہنچی ہوئی اس دنیا کو پھر سے گہوارہ امن و آشتی میں بدل دے۔

تفسیر قرطبی اور تفسیر طبری پر ایک طائرانہ نظر:

علامہ قرطبی اس انداز میں احکام اور اس سے پیش آمدہ مسائل کا اعادہ کرتے ہیں اور اس پر دلائل احادیث اور آیت قرآنی سے استدلال کرتے ہیں جبکہ علامہ طبری اس قدر تفصیل اور احکام پر بحث نہیں کرتے۔ علامہ طبری رقم طراز ہیں کہ "شراب کی حرمت کا حکم اللہ نے دیا کیونکہ یہ ایک شر کی چیز تھی اور آیت میں مذکور تمام اشیاء کی حرمت درجہ بہ درجہ بڑھی ہوئی ہے اور پھر چند احادیث سے اس کی حرمت کو واضح کرتے ہیں اور اس پر اس سے زیادہ بحث نہیں کرتے۔"[27]

ان کے برعکس علامہ قرطبی بہت مفصل انداز میں لغت، اعراب، اشعار کے ساتھ شراب کے نقصانات کو بیان کرتے ہیں اور مزید اس کے ساتھ اس کی حرمت کی حکمتوں کو بھی بہت طویل مبحث کے ساتھ لکھتے ہیں اور تمام مسائل واحکام کو بھی بیان کرتے ہیں۔

علامہ طبری کی تفسیر سے زیادہ مربوط و محکم تفسیر علامہ قرطبی کی ہے کیونکہ آیات سے متعلقہ تمام امور پر آزادانہ بحث کرتے ہیں اور اس کو بہت مدلل بنانے کے لیے آیات واحادیث سے آراستہ اور مزین کرتے ہیں۔

تفسیر قرطبی اور تفسیر طبری کا فرق:

* امام طبری کی تفسیر کا مقدمہ اس قدر مفصل نہیں جیسا کہ امام قرطبی کی تفسیر کا مقدمہ ہے۔
* تفسیر طبری کو منقولی تفاسیر میں ماخذ ومصدر کا درجہ حاصل ہے اس کے ساتھ ساتھ عقلی تفسیر میں بھی اس کا شمار کیا جاتا ہے ابن جریر نے اگرچہ اسناد کا اکثر ذکر کیا ہے مگر اس کی نقد وجرح قاری کے ذمہ چھوڑ دی ہے جو کہ ایک مشکل ترین کام ہے۔
* علامہ قرطبی اس انداز میں احکام اور اس سے پیش آمدہ تمام مسائل کا اعادہ کرتے ہیں اور اس پر دلائل احادیث اور آیت قرآنی سے استدلال کرتے ہیں۔ جبکہ علامہ طبری اس قدر تفصیل اور احکام پر بحث نہیں کرتے۔
* تفسیر قرطبی کا شمار فقہی تفاسیر میں ہوتا ہے اس میں آیات سے مستنبط مسائل پر سیر حاصل بحث کی جاتی ہے فقہاء کرام کا اختلاف بھی انہوں نے دلائل وبراھین کے ساتھ نقل کیا ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ امام مالکؒ کے مسلک کے پیروکار ہونے کے باوجود گروہی تعصب سے کلی پاک اور براہین ودلائل کے مطیع ہیں۔ علامہ طبری خود مجتهد بن کر بعض مسائل پر تبصرہ کرتے ہیں مگر اس قدر مضبوط براہین ودلائل نہیں لاتے
* تفسیر قرطبی میں کلمات غریبہ کی تشریح کی گئی ہے۔

* جن احادیث میں ثعلبی اور واحدی متفرد ہیں وہ اکثر و بیشتر ضعیف یا موضوع ہی ہوتی ہیں۔ امام قرطبی نے احادیث کے لیے ثعلبی اور واحدی کا حوالہ دیا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"وماینقله الثعلبی فی تفسیره،فقد اجمع اهل العلم بالحدیث،انه یروی طائفة من الاحادیث الموضوعة ،وهکذا تلمیذه الواحدی۔"[28]

یعنی "ثعلبی اور ان کے شاگرد واحدی نے اپنی تفاسیر میں جو احادیث ذکر کی ہیں علماء کا اجماع ہے کہ ان میں سے اکثر موضوع ہیں۔"

حواشی

[1] عثمانی محمد تقی، علوم القرآن، ص:۳۲۲، ناشر: مکتبہ جامعہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید ۱۴۱۵ ھجری

[2] ابن تیمیہ شیخ الاسلام تقی الدین احمد، مقدمہ فی اصول التفسیر، لاہور، المکتبۃ العلمیہ ص ۲۹ تا ۳۰

[3] الترمذی محمد بن عیسی، الجامع المختصر من السنن عن رسول اللہ ﷺ ومعرفۃ الصحیح والمعلول، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ج ۲، ص:۱۲۳

[4] سورۃ الحجر، آیت نمبر:۱۵

[5] النمری القرطبی ابن عبدالبر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، بیروت لبنان، کتب السنۃ داتا لکتب العلمیۃ، ۲۰۰۲ء، ج:۱ص:۱۶۱ تا ۱۶۴

[6] ابن ندیم، الفہرست کراچی، اصح المطابع نور محمد کارخانہ تجارت کتب، ص:۳۹

[7] السیوطی، جلال الدین بن عبد الرحمن، الاتقان فی علوم القرآن، مصر، مکتبہ مصطفی البابی الحلبی، ج ۱ ص ۴

[8] ابن الجوزی، عبد الرحمن، فنون الافنان فی علوم القرآن، بیروت، دارالبشائر الاسلامیہ، ۱۴۰۸ھ، ۱۹۸۷ء

[9] البغوی؛ ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء "تفسیر البغوی المسمی "معالم التنزیل "بیروت، دارالمعرفۃ لبنان، ۱۹۸۷، ج ۱ ص ۲۷

[10] الزمخشری، جاراللہ محمود بن عمر؛ مقدمہ التفسیر الکشاف، بیروت، دارالکتب العربی، ج ۱ ص:۴

[11] الزرکشی، بدرالدین محمد بن عبد اللہ: البرھان فی علوم القرآن، مصر، داراحیاء الکتب العربیہ، ج ۱، ص:۱۳

[12] الصابونی، محمد علی: التبیان فی علوم القرآن: بیروت، دارالارشاد، ۱۹۷۰ء ص:۱۷۷

[13] الآلوسی، شہاب الدین السید محمود، تفسیر روح المعانی، ملتان، مکتبہ امدادیہ۔ ج ۱ ص:۵

[14] ابن فرحون، الدیباج المذھب فی معرفۃ اعیان علماء المذھب، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ج:۱، ص ۳۱۷

[15] القرآن، پارہ ۲، آیت:۱۸۵

[16] جامع البیان فی تاویل القرآن، ج ۲، ص:۱۵۱

[17] جامع البیان فی تاویل القرآن، ج ۲، ص:۱۵۱

[18] القران، پارہ ۵ آیت ۹۰

[19] قرطبی، محمد بن احمد، ابو عبد اللہ، المقدمہ جامع لاحکام القرآن، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ج ۴، ص ۳۲۲

[20] القرآن پارہ ۲، آیت ۲۱۹

[21] القران، پارہ ۴، ایت ۴۳

[22] القران، پارہ ۵ آیت ۹۰

[23] المقدمہ جامع لاحکام القرآن۔ ج ۴ ص ۳۱۴

[24] لمقدمہ جامع لاحکام القرآن۔ ج ۴ ص ۳۱۴

[25] لمقدمہ جامع لاحکام القرآن۔ ج ۴ ص ۳۲۲

[26] لمقدمہ جامع لاحکام القرآن۔ ج ۴ ص ۳۲۲

[27] جامع البیان فی تاویل القرآن، ج ۲ ص:۱۵۱

[28] تقی عثمانی، علوم القرآن۔ مکتبہ دا العلوم کراچی، ۱۹۹۹، ص:۵۰